

اس تحریر میں بہت سے لوگوں کیلئے عبرت کا سامان موجود ہے

دہشتوں پر پڑی۔

میں نے شنگائی سے سنگ پنگ کا یہ طویل سفر طے کیا۔
ایک ماہر مشینیکر کی دعوت پر کیا تھا لیکن چونکہ میں انہیں ایسے پنہنی کی
تایک سے مطلع نہیں کر سکا تھا اس لیے مجھے کشتی سے اترتے ہی
ٹیکسی کی تلاش میں نظریں دوڑانی پڑیں۔ شدید بارش کی وجہ سے پورے
قصبے پر سناٹا طاری تھا۔ ایک کھٹارا سی ٹیکسی دور کھڑی ہوئی تھی۔
پہلے تو میں یہ سمجھا کہ ٹیکسی ناکار ہے اور اس کا مالک اسے امینوں پر
کھڑی کر گیا ہے لیکن غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ابھی ٹیکسی میں جان
باقی ہے۔

ٹیکسی شاید بہت دیر سے وہیں کھڑی تھی اسی لیے اس کا
اکن سرد ہو گیا تھا۔ ڈرائیور نے کئی بار اسے اشارت کرنے کی کوشش
کی اور پھر تجملہ اکن کا جائزہ لینے میں مصروف ہو گیا۔ مجھے اپنے بارش
میں بھیگے ہوئے کپڑوں کی وجہ سے پہلے ہی سخت کوفت ہو رہی تھی
اور اس پر یہ مرنے کی ٹیکسی۔ عجیب ٹھنک میں مبتلا تھا لیکن اس کے سوا

کے مغربی علاقے میں

مردے کو دفنانے کے بعد

اس کی قبر پر اتنی مٹی ڈال

جاتی ہے کہ ایک چھوٹا سا ٹیلابن جاتا ہے۔ چنانچہ ہر قبرستان میں
ٹیلے ہی ٹیلے نظر آتے ہیں۔

ایسا ہی ایک قبرستان بنگ پنگ نامی قصبے میں بھی ہے
جہاں میں گزشتہ ستمبر کی ایک بارانی دوپہر میں پہنچا تھا۔ میں نے یہ
سفر ایک شہر کے ذریعے کیا تھا۔ قبرستان دریا کے کنارے ہی واقع
ہے۔ اس لیے ساحل پر پہنچ کر میری نظر سب سے پہلے ٹیلوں اور گھنے

پنگ پنگ مونی سرخ ہال

شامہ پروین



لہا چارہ تھا۔ پشت گاہ سے سڑکا کر میں نے اپنی نظری قبرستان
پر ہما دیں۔

قبرستان میں مجھ سے چند گز کی دوری پر ایک شخص کسی قبر
نے نزدیک بیٹھا ہوا تھا۔ قبر پر ایک سفید صلیب نصب تھی۔ بارش
لوجہ سے اس شخص کا ہیولادھندلا نظر آ رہا تھا لیکن یہ بات واضح
تھی کہ وہ یورپی طرز کا سیاہ سوٹ پہنے ہوئے ہے۔ میں سمجھ گیا
وہ یقیناً کوئی مسیحی پادری ہے اور کسی سچی کی قبر پر دُعا کے معفرت
کے لیے آیا ہے۔

سنگھائی میں ایک بوڑھی امریکی عورت نے بتایا تھا کہ سنگ
پنک میں دو سچی پادری رہتے ہیں۔ ایک کا نام سپراگ اور دوسرے
کا نام گنیز ہے۔ اُن میں سے ایک انگریز تھا اور دوسرا امریکی بوڑھی
عورت نے چلتے وقت مجھے ایک بندل بطور امانت دیا تھا جس میں
چھ کڑے ہوئے میز پوش تھے اور کچھ چادریں تھیں۔ اُس نے مجھے تاکید
کی تھی کہ میں یہ تھکنے ان دونوں حضرات کی بیویوں کو پہنچا دوں۔
ڈرائیور ابھی تک بوٹ پر جھکا ہوا تھا۔ میں نے کھڑکی سے سر
نکال کر پوچھا۔ "وہ صاحب کون ہیں؟" میرا اشارہ قبرستان میں بیٹھے
ہوئے شخص کی طرف تھا۔ "پادری سپراگ تو نہیں ہیں؟"

ڈرائیور نے مسکرا کر سر ہلایا اور چینی زبان میں کچھ کہا میں اس کا
مطلب نہیں سمجھ سکا۔ میں نے پھر پوچھا: "کہیں وہ شخص پادری گنیز تو نہیں ہیں؟"
وہ پھر سر ہلا کر رہ گیا اور میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

میں نے اپنا بیگ کھول کر بوڑھی عورت کا دیا ہوا بندل نکالا
اور قبرستان میں داخل ہو گیا۔ میرے پاس نہ برساتی تھی اور نہ چھتری
لیکن ظاہر ہے کہ اب میں اس سے زیادہ نہیں بھیگ سکتا تھا۔
قریب پہنچنے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ شخص بُری طرح بھیگا ہوا
ہے۔ میں حیران تھا کہ کوئی پادری آخر اتنا غرض شناس کیسے ہو سکتا
ہے۔ وہ مجھے آتا دیکھ کر اپنی جگہ سے ہٹا مک نہیں، نہ ہی اس کے چہرے
کی سنجیدگی میں کوئی فرق آیا۔ اُس کی عمر سی کوئی بیس برس ہوئی نہ ہرے
فریم کا چشمہ اور پیل سی قمیص بشیو بھی بڑھا ہوا تھا۔

"محترم سپراگ؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں! چہرے کی طرح اس کا لہجہ بھی بے حسنجیدہ تھا۔
"شام بخیر مسٹر سپراگ! میں یہاں مسٹر ٹائیلر کا ہمان ہوں سنگھائی
کی مسٹر کریجے آپ کی بیوی کے لیے یہ بندل بھیجا ہے۔"

"مسٹر کریجے۔ خدا اُن پر رحمتوں کا سایہ قائم رکھے۔ وہ بڑی
مہربان خاتون ہیں۔" وہ بدستور سنجیدہ تھا۔ مگر انہیں شاید یہ علم نہیں ہے
کہ میری بیوی گزشتہ سال مئی میں کا شکار ہو کر فوت ہو چکی ہے۔
اُس نے قبر کی طرف اشارہ کیا۔ ماحول پر ایک ناخوشگوار سکوت چھایا
میں نے کہا۔ "مجھے آپ سے بے حد ہمدردی ہے۔ بہر کیف آپ یہ
تھخہ تو رکھ ہی لیجیے۔ اس میں کچھ میز پوش اور چادریں ہیں۔ ادھی چیریں
آپ کے لیے ہیں اور ادھی مسٹر گنیز کے لیے۔ ازراہ عنایت
آپ اُن تک پہنچا دیجیے گا اور بتا دیجیے گا کہ یہ تھخہ مسٹر کریجے کے لیے
شتیاں سے بھیجا ہے۔"

پادری کے چہرے پر دُکھ کی ایک شدید لہرائی اور گزری۔
وہ خاموش رہا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نہ کہہ سکا۔

"مسٹر کریجے نے بتایا تھا کہ قبضے میں بھی لوگ مسٹر گنیز کو جانتے ہیں۔"
میں نے کہا۔ "وہی سُرخ بالوں والی خاتون۔" سپراگ نے سر جھکا لیا۔
"خدا مجھے معاف کرے۔" وہ دُکھ دینے کے انداز میں بولا۔
"لیکن میرے دل سے یہ بددعا نکلتی ہے کہ مسٹر گنیز مر جائے۔ خدا کرے
کہ اُس کے سُرخ بال اور اُس کا نیلے موتیوں کا راور اُس کا شوہر
سب ستم کی آگ میں جلائے جائیں۔"

.....

رات کو جب میں اور ٹائیلر کھانے کے بعد برآمدے میں
بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو سپراگ کا ذکر چھڑ گیا۔ ٹائیلر نے بتایا کہ سپراگ
اور اس کی بیوی جنگ کے فوراً بعد اس قبضے میں آئے تھے سپراگ
کو پہلی مرتبہ تبلیغ و ہدایت کے کام پر باہر بھیجا گیا تھا اس لیے وہ بے حد خوش
تھا۔ اُس کی بیوی بہت کم عمر اور حسین تھی۔ سیاہ لمبے بال، بڑی بڑی
بادامی آنکھیں اور سنہری رنگت۔ اُن کی شادی کو زیادہ عرصہ نہیں
گزرا تھا۔ اس لیے سپراگ اُسے اپنی محبت بھری نظروں سے اوجھل نہیں
ہونے دیتا تھا۔

مئی کے دبا پھیلی تو وہ بھی لپیٹ میں آگئی۔ اسی وقت سے
سپراگ خط و لوح اس سا ہو گیا ہے۔ روزانہ گھنٹوں بیوی کی قبر کے
پاس بیٹھا رہتا ہے۔

میں نے ٹائیلر سے پوچھا کہ مسٹر سپراگ کی موت پادری گنیز
اور اُس کی بیوی کا کیا تعلق ہے؟
ٹائیلر نے بتایا۔ "سپراگ کا کہنا ہے کہ اُسے ان دونوں میں

بیوی نے قتل کیا ہے۔

”مسٹر اور مسز گنیز یہاں پہلے سے رہتے تھے۔ ٹائیلر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا، ان کا گھر بہت کشادہ اور آرام دہ تھا۔ کئی نوکر تھے۔ پادری سپراگ قصبے میں آیا تو اس کے پاس قیام کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔ گنیز نے ازراہ ہمدردی اسے اپنے پاس ٹھہرایا۔ پچھ ماہ بعد سیٹھ کی وبا چھوٹ پڑی۔ سپراگ ان دنوں مذہبی فرائض کے سلسلے میں قصبے سے باہر گیا ہوا تھا۔ وہ بیوی کی موت کے تین چار روز بعد واپس آیا تو اسے اس سانحے کا علم ہوا۔ گھر خالی پڑا تھا۔ گنیز اور اس کی بیوی بھی یہ قصبہ چھوڑ کر کہیں جا چکے تھے۔ وہ دونوں جاتے وقت یہ تحریر چھوڑ گئے تھے کہ انہوں نے مسز سپراگ کا ہر ممکن علاج کروایا لیکن انہوں نے وہ جانشہ ہو کی۔ پھر انہوں نے اسے دفن دیا اور خود قصبے سے دور چلے گئے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ وبائی اثرات ختم ہونے کے بعد ہم واپس آجائیں گے۔

اس صدمے سے سپراگ کی حالت اتنی بُری ہو گئی کہ وہ ستر سے لگ گیا۔ نوکروں نے اس کی تیمارداری میں دن رات ایک کر دیے۔ تقریباً دو ہفتے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو سکا۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ گنیز اور اس کی بیوی کا جانی دشمن بن چکا ہے۔

”لیکن ظاہر ہے کہ مسز سپراگ کو گنیز اور اس کی بیوی نے تو سیٹھ میں مبتلا نہیں کیا۔ میں نے بحث کرتے ہوئے کہا۔

”یہ تو صحیح ہے لیکن سپراگ کوئی دلیل ماننے کے لیے تیار نہیں ہے اور کسی حد تک میں سمجھتا ہوں اس کا شبہ صحیح ہے۔

”کیوں؟“ میں نے چونک کر سوال کیا۔

”میرے دوست! قصبے والوں کا خیال ہے کہ سپراگ کی خوبصورت اور نوجوان بیوی کو کھانسی سے ہلاک کیا گیا ہے۔“

”اس کا ثبوت؟“

”کئی ہیں۔ پہلا تو یہ کہ پادری گنیز اور اس کی بیوی واپس نہیں آئے اور کسی کو ان کا نام و نشان تک نہیں معلوم اور اس کے علاوہ یہ کہ.....“ ٹائیلر نے پس منظر کی تشریح کی۔ گنیز پچاس سال کا ایک زندہ دل آدمی تھا۔ بسیار خوری اور آرام دہ زندگی نے اسے خراب کر دیا تھا۔ باغبانی سے اسے بہت لگاؤ تھا۔ اس کی عادت تھی کہ خوب کھل کر ہنستے لگتا۔ ابھی لوگ اس سے خوش تھے، لیکن

اس کی بیوی اس کے بالکل برعکس تھی۔ اتنی دُبی تیلی کہ تنہا کاشیہ ہو۔ پتلے پتلے نقوش، ہونٹوں کی جگہ ایک لائن سی۔ آواز باریک اور سنجھی ہوئی۔ اس کا مزاج بھی عالمانہ تھا۔ وہ اپنے شوہر نوکروں اور قصبے والوں پر بڑے دبدبے سے حکم چلاتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اسے سال بھر میں ایک آدھ بار ہی ہنسی آتی ہوگی۔ ٹائیلر نے کہا۔

”بہر حال وہ ایک اچھی عورت تھی۔ ہر وقت سادہ لباس پہنتی۔ سیاہ یا سرمئی سادہ لباس، سیاہ مونسے سادہ جوتے لیکن اس کا کیا کیا جاتے کہ اس کے بال گہرے سُرخ تھے اور اس کے گلے میں نیلے موتیوں کا ایک ہار پڑا ہوا تھا جو اس کی ماں کی نشانی تھا۔ اسے گردن سے جڑوں کی حد تک نفرت تھی۔ سپراگ اور اس کی بیوی ان کہیں پہننے آئے تو چند روز بہت اچھی طرح گزے لیکن دو تین ماہ بعد دونوں عورتوں میں جھگڑا ہونے لگا۔ سپراگ کی بیوی جیسا کہ میں نے پہلے بتایا، بہت دُش اور کُرن تھی۔ گنیز کی بیوی کو اس سے حد ہو گیا اور اس نے اس بے چاری پر یہ الزام لگایا کہ وہ اس کے شوہر پر ڈیسے ڈال رہی ہے۔

”نوبت یہاں تک پہنچی کہ گنیز کی بیوی نے اس سے ٹھکڑ کرنا ترک کر دی۔ نوکروں کا بیان ہے کہ گنیز کی بیوی نے کئی بار سپراگ سے کہا کہ وہ اپنی بیوی کو لے کر کہیں اور چلا جائے۔ سپراگ بے چارہ ابھی کسی دوسرے گھر کی تلاش ہی میں تھا کہ اسے قصبے سے باہر بھیج دیا گیا۔

”نوکروں کا بیان ہے کہ ایک صبح پادری گنیز باورچی خانے میں آیا اور اس نے ایک نوکر سے ہاشتہ اور ایک پٹلی میں کھوتا ہوا پانی لانے کے لیے کہا۔ پانی سپراگ کی بیوی کے لیے درکار تھا کیونکہ اس پر گزشتہ رات سیٹھ کا حملہ ہوا تھا۔ گنیز کے قول کے مطابق دونوں میاں بیوی نے رات بھر جاگ کر مسز سپراگ کی تیمارداری کی تھی۔ پادری نے نوکروں کو اُد پر آنے کی ممانعت کر دی تھی تاکہ وہ باہر سے نہ آجائیں۔

”دوپہر کو پادری کھانا لینے کے لیے آیا۔ اس نے بتایا کہ مسز سپراگ کی حالت نازک ہو گئی ہے۔ ایک نوکر کو اس نے بیسٹ میل دور ایک دوسرے گاؤں بھجوا دیا کہ وہ ڈاکٹر کو لے کر آئے۔ بعد میں ہم نے سوچا کہ یہ تو صریحاً فریب تھا کیونکہ گنیز کو معلوم تھا

سب رنگ ڈھنگ

۲۸

کہ ڈاکٹر جو بیس گھنٹے پہلے نہیں آ سکے گا۔

میں نے دخل اندازی کرتے ہوئے کہا: لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ گنہگار بہت اچھا آدمی ہے۔ پھر اس نے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کیونکر کیا ہوگا؟

”قتل اُس نے نہیں کیا۔ ٹائیلر سر ملاتا ہوا بولا۔ اُس کی بیوی کی جاؤ دگری کا کمال تھا جو اُسے کٹھ پتلیوں کی طرح بناتی تھی۔ اُس نے شوہر کو قتل پر کیونکر آمادہ کیا۔ یہ تو کوئی ماہر نفرت یا ہیبتا سکتا ہے بہر حال جرم کے بعد پردہ پوشی کے خیال سے تو شوہر کے لیے اُس کا ساتھ دینا ناگزیر تھا؟ ہم لوگوں نے طویل بحث کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اُس بذ نصیب عورت کو رات کی تاریکی میں قتل کیا گیا ہوگا اور پھر دن بھر دونوں میاں بیوی اُس کی لاش پر پہرہ دیتے رہے۔“

”رات کو گیارہ بجے کے قریب پادری پھر نیچے آیا اور اُس نوکر دوں کو جگا کر یہ خبر سنائی کہ سپراگ کی بیوی کا انتقال ہو چکا ہے۔ ایک نوکر کو خامی قسم دے کر کفن والے کے پاس بھیجا گیا کہ تابوت لے کر آئے۔ جلدی جلدی قبر کھدوائی گئی تاکہ اُسے فوراً دفن کیا جاسکے اور قبضے کے لوگ جراثیم سے محفوظ رہیں۔ تابوت آیا تو پادری خود اسے اٹھا کر اُپر لے گیا اور تھوڑی دیر بعد اُس نے چار نوکروں کو بلوایا۔ تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا گیا تھا۔ تابوت پیل گاڑی پر قبرستان لے جایا گیا اور فوراً ہی اسے قبر میں رکھ دیا گیا۔“

”صبح ہونے سے دو گھنٹے پیشتر پادری نے دو بکسے منگوائے ایک رکش میں سامان لاد دیا گیا اور دوسرے میں دونوں میاں بیوی بیٹھ گئے اور پھر انہیں کسی نے نہیں دیکھا۔“

”کچھ عرصے بعد سپراگ کو ایک خط موصول ہوا جس میں پادری گنہگار نے لکھا تھا کہ اب ہم دونوں میاں بیوی سنگ پنگ واپس نہیں آئیں گے کیونکہ تمہاری بیوی کی وہابی موت کی یاد ہی ہمارے لیے تکلیف دہ ہے۔ اب ہم نے نئے سرے سے زندگی کا آغاز کر دیا ہے۔ تم اگر چاہو تو ہمارا مکان اپنی تحویل میں لے سکتے ہو۔ خط پر کوئی تپہ درخ نہیں تھا، البتہ مہربانگ کا نگ کی تھی۔“

”یہاں تک تو سب ٹھیک ٹھاک تھا۔ انوا ہوں کا آغاز اُس وقت سے ہوا جب ایک نوکر اندھیرے میں ٹھوکر کھا کر گر پڑا لالین کی روشنی میں دیکھا گیا تو دیوار میں شگاف کے اندر سے

خون آلود کپھاڑی باہر نکلی ہوئی نظر آتی۔ اسی شگاف ایک خون آلود چادر بھی برآمد ہوئی۔“

”سپراگ کو بھی یہ بات معلوم ہے؟“
”نہیں!“ ٹائیلر بولا۔ ”قبضے میں بھی کو اُس پر رحم آتا ہے۔ یہ اندوہناک حقیقت بتانا اسے موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔“

میں نے یہ تمام تفصیل اپنی ڈائری میں نوٹ کر لی تھی۔ میرا خیال تھا کہ اس پر ایک بڑی خوبصورت کہانی لکھی جاسکتی ہے۔ حسد، نفرت، سُرخ بالوں اور نیلے نیکیس والی ایک قاتلہ، کپھاڑی اور جلد بازی میں کی گئی تدفین، غم زدہ پادری جو ہر روز اپنی بیوی کی قبر پر بیٹھا دکھائی دیتا ہے لیکن اسے اپنی بیوی کی موت کے بلے میں چند تلخ حقائق کا علم نہیں ہے۔

سال بھر گزر گیا۔ کہانی کا انجام نہیں نکھا جاسکا۔

کل دوپہر مجھے اچانک ٹائیلر کا خط موصول ہوا۔ خط بہت طویل تھا۔ آخری چند سطور کچھ اس طرح تھیں۔

”تم نے اخباروں میں سیلاب کی تباہ کاریوں کا حال تو پڑھا ہی ہوگا۔ ہمارے قبضے میں بھی پانچ افراد ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ایک غمزدہ سپراگ تھا۔ یقیناً تم اسے بھولے نہیں ہو گے۔ وہ معمولی قبرستان جانے کے لیے گھر سے نکلا اور بڑی طرح بھیگ گیا۔ پھر نوینا کا شکار ہو کر مل بسا۔“

”اُس کی موت اُس کے حق میں بڑی مبینہ ثابت ہوئی کیونکہ سیلاب کی وجہ سے اُس کی کہانی میں ایک دردناک باب کا اضافہ ہو گیا ہے۔“

”تمہیں یاد ہوگا کہ قبرستان دریا کے کنارے واقع ہے۔ دریائی پانی کے ریٹے دو روز تک قبرستان میں بہتے رہے۔ جب پانی کا زور کم ہوا تو قبرستان کی شکل ہی بدل چکی تھی۔ بے شمار قبریں بہہ گئی تھیں۔“

انہی قبروں میں سپراگ کی بیوی کی قبر بھی تھی۔ تابوت باہر

نکل آیا تھا اور پانی کے زور سے اُس کا ڈھکنا بھی کھل گیا تھا۔“

”معلوم ہے اس تابوت میں کیا تھا۔“ سُرخ

بال اور نیلے موتیوں کا ہار اور.....“